پیغامِ سیرت!

امانت و دیانت کی ضرورت و اہمیت

عصر حاضر میں

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ اما بعد!

آدمی کی حقیقی فوز و فلاح اور نجات کا دارومدار ایمان اور عمل صالح پر ہے۔ ایمان یہ ہے کہ انسان اسلام کے ان سات بنیادی اصولوں پر کامل یقین رکھے۔

۱۔توحید، ۲۔رسالت، ۳۔فرشتوں پر ایمان، ۴۔اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان۔ ۵۔یوم آخرت پر ایمان، ۶۔تقدیر یعنی قدر خیر و شر پر ایمان، ۷۔حیات بعد الموت پر ایمان،

فلاح و نجات کے لئے ایمان و یقین کے تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ عمل صالح بھی نہایت ضروری ہے، اگر ایمان کے مذکورہ بنیادی اصولوں کے مطابق عمل نہ کیا جائے اور زندگی کو ان اصولوں کے تحت نہ ڈھالا جائے تو نجات و کامیابی کے لئے محض ایمان و یقین کافی نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح لازم و ملزوم ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد جگہ ایمان و عمل صالح کو ساتھ ساتھ بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ اُوْلٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ھُمْ فِیْھَا
خٰلِدُوْنَ ۝ (۱)

اور جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد اچھے اعمال کئے ہوں گے وہی اہل جنت ہیں

(۱) سورۂ بقرہ آیت ۸۲،

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَھُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا O خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ۔(۱)

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے، ان کی مہمانی کے لئے فردوس کے باغ ہوں گے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کے رسولوں کو سچا مانا اور ان کی اتباع کرتے ہوئے نیک اعمال کئے تو ایسے لوگوں کے لئے جنت الفردوس ہے، جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور ارشاد ہے:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِھِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا O اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صٰلِحًا فَاُولٰٓئِکَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ شَیْئًا O (۲)

پھر ان کی جگہ ایسے ناخلف آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کی۔ پھر ان کی گمراہی بھی بہت جلد ان کے آگے آئے گی۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کئے، سو یہی وہ لوگ ہیں جو جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے کہ انہوں نے نماز جیسے فریضے کو بھی ضائع کر دیا اور ناجائز نفسانی خواہشوں کے پیچھے لگ گئے۔ قیامت کے دن ایسے لوگ سخت خسارے میں رہیں گے، البتہ جن لوگوں نے توبہ کر لی اور کفر چھوڑ کر ایمان لے آئے اور نیک کام کرنے لگ گئے تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی بالکل حق تلفی نہیں کی جائے گی، بلکہ ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔(۳)

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

---

(۱) سورۃ الکہف، آیت ۱۰۷، (۲) سورۃ مریم آیت ۵۹، ۶۰، (۳) ابن کثیر/تفسیر القرآن العظیم/ بیروت/ ۳/۱۲۷، ☆ قاضی ثناء اللہ عثمانی پانی پتی/تفسیر مظہری/حیدرآباد دکن، ۶/۱۰۴،

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ○ (۱)

پھر جو کوئی اچھے کام کرے گا اور وہ مومن بھی ہوگا تو اس کی کوشش رائیگاں نہیں جائے گی اور ہم اس کو لکھ لیتے ہیں۔

یعنی اگر کوئی شخص ایمان و یقین کی حالت میں نیک عمل کرے تو ہم اس کے اعمال ضائع نہیں کرتے بلکہ ان کی قدر کرتے ہیں۔ ہم کسی پر ایک ذرے کے برابر بھی ظلم نہیں کرتے بلکہ ہم ہر ایک کے اعمال لکھ لیتے ہیں، اس لئے ان میں کسی رد و بدل اور کمی بیشی کا امکان نہیں۔ اور ارشاد ہے:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ○ (۲)

پس جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے تو وہ نعمتوں والے باغوں میں ہوں گے۔

مذکورہ بالا آیتوں سے یہ بات واضح اور ثابت ہے کہ نجات اور فوز و فلاح کا دار و مدار صرف ایمان پر نہیں بلکہ ایمان و یقین کے ساتھ ساتھ عمل صالح بھی ضروری ہے۔ یعنی اسلام کے بنیادی اصولوں اور احکام پر پوری طرح عمل پیرا ہونا بھی ضروری ہے۔ اعمال صالح کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اس میں تمام اعمال خیر داخل ہیں تاہم ان کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

i- عبادات، ii- معاملات، iii- اخلاق،

i- عبادات

عبادت چند مخصوص اعمال و افعال کا نام نہیں بلکہ اس کے معنی میں بڑی وسعت ہے، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج جیسی مسلمہ عبادتوں کے ساتھ ساتھ ہر وہ کام جو احکام الٰہی اور اتباع رسول کے تحت اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے کیا جائے عبادت ہے۔ اسی لئے اخلاق و معاملات بھی جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کئے جائیں عبادت میں داخل ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت کا جو مفہوم دنیا کے سامنے پیش کیا اس میں نیت و اخلاص کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے، (۳) یعنی انسان کا ہر کام

(۱) سورۃ الانبیاء، آیت ۹۴، (۲) الحج، آیت ۵۶، (۳) بخاری/الصحیح مصر، کتاب الایمان،

صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی اطاعت میں ہونا چاہیے، اسلام میں عبادت کے لئے بندے اور خدا کے درمیان کسی واسطے کی ضرورت نہیں۔ ہر شخص اپنے خدا سے خود مخاطب ہوتا ہے۔ اور خود ہی عرض حال کرتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ (۱)

تم مجھے پکارو میں تمہاری پکار کا جواب دوں گا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۔ (۲)

اور اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جب میرا بندہ میرے بارے میں آپ سے سوال کرے تو بیشک میں قریب ہوں اور میں ہر پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔

بخاری شریف میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ ہر بھلائی صدقہ ہے۔ (۳)

اور حدیث میں ہے کہ تمہارا اپنے کسی بھائی کو دیکھ کر مسکرا دینا بھی صدقہ ہے۔ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا بیواؤں اور مسکینوں کے کام کرنے والا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا وہ اس شخص کی طرح ہے جو دن میں روزہ رکھتا ہے اور رات کو عبادت کرتا ہے۔ (۴)

غرض وہ تمام نیک اعمال اور اچھے کام جن کے کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی بندگی کا اظہار ہو، اس کی اطاعت، اس کی خوشنودی اور اس کی رضا کی طلب ہو، وہ سب عبادت میں داخل ہیں۔

ii- معاملات

معاملات سے مراد وہ تمام احکام شرعیہ ہیں جن کا تعلق ان تمام حقوق العباد سے ہے جن کی حیثیت قانون کی ہے اور جن کا منشا جان و مال اور آبرو کی حفاظت ہے خواہ وہ عام لوگوں کی اصلاح سے متعلق

---

(۱) سورۃ المومن، آیت ۶۰، (۲)۔ سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۶، (۳)۔ بخاری، ۴/۳۹، (۴)۔ بخاری، ۴/۳۷،

ہوں یا خاندان کی یا پوری آبادی اور مملکت کی اصلاح سے متعلق، جدید اصطلاح میں معاملات سے مقصود مسلمانوں کے وہ تمام انسانی کاروبار ہیں جن کا تعلق معاشرت، مال و دولت اور حکومت کے ضابطوں اور قوانین سے ہے۔ ان تمام مسائل کی حسبِ ذیل قسمیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ معاشرت۔ اس میں نکاح و طلاق وغیرہ کے قوانین سے بحث کی جاتی ہے۔

۲۔ اقتصادیات۔ اس میں تمام مالی و تجارتی لین دین سے متعلق قواعد و ضوابط بیان کئے جاتے ہیں۔

۳۔ سیاسیات۔ اس میں حکومت و سلطنت اور اس کے متعلقات بیان کئے جاتے ہیں۔ مثلاً حدود و تعزیرات زنا و تہمت، شراب و جوا اور سود وغیرہ۔(۱)

iii-اخلاق

انسان جب اس دنیا میں آتا ہے تو دنیا کی ہر شئے سے اس کا کچھ نہ کچھ تعلق ضرور پیدا ہوتا ہے۔ اس تعلق کو بحسن و خوبی انجام دینے ہی کا نام اخلاق ہے، سو اخلاق سے مراد حسنِ معاملہ اور حسنِ سلوک ہے۔ ماں باپ، اہل و عیال، عزیز و اقارب اور دوست و احباب، سب سے انسان کے تعلقات ہوتے ہیں۔ بلکہ حیوانات سے بھی اس کے تعلقات ہوتے ہیں، ان تعلقات کی وجہ سے اس پر کچھ حقوق و فرائض عائد ہوتے ہیں اور انہی کی ادائیگی کا نام اخلاق ہے۔ دنیا کی ساری خوشی و خوشحالی اور امن و امان اخلاق ہی سے وابستہ ہے۔ تمام انبیاؑ و مصلحین نے یہی تعلیم دی ہے کہ سچ بولنا تواضع اور انکساری اختیار کرنا، عدل و انصاف کرنا، امانت و دیانت کا خیال رکھنا۔ صدقہ و خیرات کرنا، عہد کی پابندی کرنا۔ احسان و ایثار کرنا۔ حلم و بردباری کا مظاہرہ کرنا، عفو و درگزر سے کام لینا۔ اعتدال و میانہ روی اختیار کرنا، اور خوش گفتار رہنا۔ انسانی ضرورت اور ہر انسان کی اخلاقی ذمے داری ہے، اس کے برعکس جھوٹ، ظلم، ناانصافی، چوری، وعدہ خلافی، خیانت و بددیانتی، غداری و دغابازی، غیبت، بدگوئی، بدگمانی، بخل، حرص و طمع، رشوت، ناپ تول میں کمی، سود خوری، شراب خوری، بغض و کینہ، ریا، غرور، اسراف، حسد اور فحش گوئی وغیرہ سب برے افعال ہیں۔ اور ان سے اجتناب اور اپنے آپ کو محفوظ رکھنا بھی ہر انسان کی اس طرح ذمے داری ہے، جیسا کہ اچھے اخلاق کا اختیار کرنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اس باب میں بھی تکمیلی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد

---

(۱)۔ سیّد سلیمان ندویؒ/ سیرت النبی ﷺ/ دارالاشاعت، کراچی، ج ۷، ص ۹۔۱۱، ☆۔ سید فضل الرحمٰن، ہادیٔ اعظم، ادارہ مجددیہ، کراچی، طبع اوّل ص ۸۰۱۔۸۰۸،

فرمایا:

انما بعثت لا تمم صالح الاخلاق ۔ (۱)

بلاشبہ میں تو اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کروں ۔

بُعثتُ لاتمم حسن الاخلاق ۔ (۲)

میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں ۔

اللہ تعالیٰ نے کفر و شرک کے سوا ہر گناہ کو اپنے ارادے اور مشیت کے مطابق معافی کے قابل قرار دیا ہے مگر حقوق العباد میں کوتاہی کی معافی اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں نہیں رکھی ، بلکہ اس کا اختیار ان بندوں کو دیا ہے جن کے حق میں ظلم و زیادتی ہوئی ہو۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے کسی بھائی پر کوئی ظلم کیا ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اس مظلوم بھائی سے اسی دنیا میں اس کو معاف کرالے ورنہ آخرت میں تاوان ادا کرنے کے لئے کسی کے پاس کوئی درہم یا دینار نہ ہوگا، صرف اعمال ہوں گے، ظالم کی نیکیاں مظلوم کو مل جائیں گی اور اگر نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کی بدیاں ظالم کے نامۂ اعمال میں شامل کر دی جائیں گی ۔(۳)

اسلام میں ایمان سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں لیکن اس کی تکمیل بھی اخلاق ہی سے ہوتی ہے ۔

ان خیار کم احسنکم اخلاقاً۔ (۴)

بیشک تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں ۔

اکمل المؤمنین ایماناً احسنهم خلقاء (۵)

مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے ۔

ان الرجل لیدرک بحسن خلقه درجة قائم الیل

---

(۱)۔ ہیثمی/ مجمع الزوائد/ بیروت ۹۴ء ۸/۵۷۴، رقم ۱۴۱۸۸،   (۲)۔ موطا امام مالک، (باب حسن الخلق، (۳)۔ بخاری ۴/۹۵، (۴)۔ بخاری، کتاب الادب باب حسن الخلق والسخاء و مایکره من البخل، ☆۔ مسلم / الصحیح بیروت ۹۸ء، فی الفضائل باب کثرة حیائه،   (۵)۔ ابوداؤد/ السنن، بیروت ۹۴ء، ۴/۲۲۸، رقم ۴۶۸۲،   ☆۔ مستدرک حاکم، بیروت ۹۰ء/ ج ۱ ص ۴۳،   ☆۔ مسند احمد، بیروت ۹۳ء، ج ۲، ص ۴۹۳،

وصائم النھار۔(۱)

انسان حسن اخلاق سے وہ درجہ پا سکتا ہے جو دن بھر روزہ رکھنے اور رات بھر عبادت کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

امانت و دیانت

آدمی کے خلیفۃ اللہ ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے اندر اچھے اخلاق پیدا کرے اور بری عادتوں سے بچے۔ جن اچھی صفات و اخلاق کو اختیار کرنا چاہئے ان میں سے ایک صفت امانت ہے۔ اس کے بالمقابل جو بری صفت ہے اس کو خیانت کہتے ہیں۔

امانت عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی کسی شخص پر کسی معاملے میں اعتماد و بھروسہ کرنے کے ہیں۔ پس امانت یہ ہے کہ کوئی شخص کوئی کام یا کوئی چیز مال اس بھروسے اور اعتماد کے ساتھ کسی دوسرے شخص کے سپرد کرے کہ وہ شخص اس سلسلے میں اپنا فرض اور ذمہ داری صحیح طور پر بجالائے گا اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرے گا۔

امانت ایک عمدہ وصف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا ۔ (۲)

اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کو ان کی امانتیں ادا کردو۔

اس آیت کا مخاطب ہر وہ شخص ہے جو کسی امانت کا امین ہے۔ اس میں عوام بھی داخل ہیں اور حکام بھی۔ سو جس کے پاس کوئی امانت ہو اس پر لازم ہے کہ وہ امانت اس کے اہل اور مستحق کو پہنچا دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت ادا کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی تمہارے پاس کوئی چیز امانت رکھے تو تم اس کو واپس کردیا کرو اور جو تم سے خیانت کرے، تم اس سے خیانت نہ کرو۔(۳)

امانت کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اور ہر قسم کی امانت کو محیط ہے اگرچہ عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے

---

(۱) مسند احمد، ج ۷/ ۱۹۲، ☆۔ مستدرک ۱/ ۱۲۸، ☆۔ ابوداؤد، ۴/۲۷۰، رقم ۴۷۹۸، ☆ موطا باب ماجاء فی حسن الخلق، (۲)۔ سورۃ النساء، آیت ۵۸، (۳) ابوداؤد، ۳/۲۷۶، رقم ۳۵۳۴،

کہ امانت سے مراد وہ مال ہے جو ایک شخص دوسرے شخص کے پاس امانت کے طور پر رکھتا ہے، لیکن حقیقت میں یہ زندگی کے ہر شعبے میں ہر قسم کی ذمہ داری سے متعلق ہے۔ جس طرح ایک تاجر کے حق میں امانت سے مراد لین دین میں سچ بولنا اور دیانتداری اختیار کرنا ہے، اسی طرح آجر کے حق میں امانت یہ ہے کہ وہ اجیر کے حقوق کی صحیح اور بروقت ادائیگی کرے، ملازم کی امانت اپنی ڈیوٹی اور فرائض صحیح طور پر ایمانداری سے ادا کرنا ہے۔ کسان کی امانت زراعت کے کام میں مناسب محنت کرنا ہے اور صنعت کار کی امانت اس کی صنعتکاری میں دیانتداری ہے۔ غرض امانت کا تعلق زندگی کے ہر شعبے سے ہے۔ بحیثیت مسلمان ہم سب کا فرض ہے کہ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض منصبی سے پوری محنت اور دیانتداری کے ساتھ عہدہ برا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کی تعمیل کر کے امانت کا حق ادا کریں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کبھی بھی خطبہ دیا تو اس میں یہ ضرور فرمایا کہ جس شخص کے اندر امانت نہیں اس کے اندر ایمان نہیں اور جس شخص میں عہد کا پاس نہیں اس کے پاس دین نہیں۔(۱)

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چار چیزیں تمہیں میسر ہوں تو دنیا کی کسی چیز سے محرومی تمہارے لئے نقصان دہ نہیں اور وہ یہ ہیں۔ ۱۔ امانت کی حفاظت کرنا، ۲۔ سچ بولنا، ۳۔ خوش خلقی اختیار کرنا، ۴۔ روزی میں پاکیزگی اختیار کرنا۔(۲)

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت داری کا ایسا کامل مظاہرہ فرمایا کہ مشرکین مکہ آپ پر ایمان نہ لانے، آپ ﷺ کی دشمنی میں پیش پیش ہونے اور آپ کی نبوت و رسالت کا انکار کرنے کے باوجود آپ ﷺ کی امانت و دیانت، راست بازی و حسن معاملہ اور پاکیزہ اخلاق کی بنا پر آپ کو صادق و امین کے لقب سے یاد کرتے تھے، اور اپنی امانتیں آپ ہی کے پاس رکھتے تھے۔ ہجرت مدینہ کے موقع پر بھی آپ کے پاس بہت سی امانتیں جمع تھیں۔ آپ نے وہ سب امانتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر کے فرمایا کہ یہ سب امانتیں لوگوں تک پہنچا کر مدینے چلے آنا۔(۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت میں خیانت کو نفاق کی علامت فرمایا ہے اور خیانت سے

---

(۱)۔ مسند احمد ۳/۵۹۴، (۲)۔ مسند احمد، ۲/۳۷۰، رقم ۶۶۱۴، (۳)۔ ابن کثیر/ السیرۃ النبویہ/ بیروت/۲/۲۳۴، ☆۔ محمد بن یوسف الصالحی الشامی/ سبل الہدیٰ والرشاد/ بیروت، ۹۳ء/۳/۲۳۲،

بچنے کی سخت تاکید فرمائی بلکہ یہاں تک فرمایا کہ دھاگہ اور سوئی تک ادا کردو اور خیانت سے بچو۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (۱)

اے ایمان والو تم جانتے بوجھتے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو اور نہ ہی اپنی امانتوں میں خیانت کے مرتکب ہو۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت، قرآن و سنت کے احکام کی خلاف ورزی کرنا ہے، اور آپس کی امانتوں میں خیانت معاشرتی ذمہ داریوں کو بجالانے میں کوتاہی یا ان سے روگردانی کرنا ہے۔

دنیا خواہ کتنی ہی اخلاقی پستی میں پہنچ گئی ہو، آج بھی امانت دار آدمی کو لوگ عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس کی قدر و منزلت کرتے اور اس کو قابل اعتبار جانتے ہیں۔ آخرت میں بھی وہ پروردگار عالم کی بارگاہ عالی میں عزت و وقار پائے گا، اس کے بالمقابل خیانت کرنے والا دنیا میں بھی ذلیل و رسوا ہوتا ہے اور آخرت میں بھی بے توقیر ہوتا اور دوزخ کا ایندھن بنتا ہے۔

ا۔ انسانی زندگی

آدمی کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے، جو اس نے امانت کے طور پر عطا فرما رکھی ہے، یہ ایسی عظیم اور انمول نعمت ہے کہ ہم ساری دنیا کی دولت خرچ کر کے بھی اس میں محض ایک سانس کا اضافہ نہیں کر سکتے۔ ذرا غور تو کیجئے کہ ایک سانس کی قیمت کس قدر ہے اور ہم ایک منٹ، ایک گھنٹے، ایک دن، ایک سال بلکہ پوری زندگی میں کتنے سانس لیتے ہیں۔ کوئی شمار ہی نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اس عظیم انعام کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس زندگی کو اس کے خالق و مالک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے تحت گزاریں۔ اس کو ایسے کاموں میں صرف کریں جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی اور خوش ہوں اور ایسے کاموں، اور معاملات سے کامل اجتناب کریں جو ان کی نافرمانی و ناراضی کا موجب

(۱)۔ سورۃ الانفال، آیت ۲۷،

ہوں، اگر ہم ایسا نہیں کریں گے بلکہ اپنی حیات مستعار کو معاصی اور اللہ کی نافرمانی کے کاموں میں صرف کریں تو یہ امانت میں خیانت بھی ہوگی جو گناہ کبیرہ ہے، اور اس کے عظیم انعام کی بے قدری بھی۔

۲۔ اعضائے جسمانی

۱۔ ہاتھ! ہاتھ بھی اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔ ان سے کسی پر ظلم نہیں کرنا چاہئے، کسی کا حق نہیں چھیننا چاہئے، چوری نہیں کرنی چاہئے، کسی کو قتل نہیں کرنا چاہئے، کسی کو ناحق مارنا پیٹنا نہیں چاہئے، حرام چیزوں کو نہیں لینا چاہئے، بلکہ چھونا بھی نہیں چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں میں ان کو استعمال کرنے کی اجازت دی ہے انہی کاموں میں استعمال کرنا چاہئے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انسانی اعضا کو قوت گویائی عطا فرمادے گا اس وقت یہ ہاتھ کلام کریں گے اور جو جو کچھ انہوں نے کیا ہوگا وہ سب بتادیں گے، جیسا کہ ارشاد ہے:

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (۱)

آج ہم ان کے منہ پر مہر لگادیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور جو کچھ وہ دنیا میں کرتے تھے اس کی شہادت ان کے پاؤں دیں گے۔

۲۔ کان: یہ بھی اللہ تعالیٰ کی امانت اور اس کا بہت بڑا انعام ہیں، آدمی اگر چاہے تو ان کو اچھائی میں استعمال کرسکتا ہے، مثلاً وعظ و نصیحت کی باتیں سننا، قرآن مجید کی تلاوت اور قرآن و حدیث کی درس و تدریس جیسی پسندیدہ چیزیں سننا، اگر وہ چاہے تو ان کو برائی میں استعمال کرسکتا ہے۔ مثلاً گانے بجانے، غیبت، چغل خوری، فواحش وغیرہ سننے میں مشغول ہوسکتا ہے۔ اگر اپنے کانوں کو بھلائی میں استعمال کرے گا تو یہ اللہ تعالیٰ کے انعام کا شکر ہے۔ اگر اس نے اس کے برعکس کیا تو یہ اللہ کی امانت میں خیانت اور اس کی ناراضگی کا سبب ہوگا۔

۳۔ آنکھیں: یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں، یہ ایسی عظیم نعمت ہے کہ کوئی شخص دنیا کا سارا مال و متاع خرچ کرکے بھی اس کو حاصل نہیں کرسکتا۔ پیدائش کے وقت سے ہی دیگر اعضا جسمانی کی طرح یہ نعمت بھی خود بخود بغیر کسی کوشش کے حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کے حصول میں نہ کوئی پائی پیسا صرف ہوتا ہے اور نہ محنت،

---

(۱)۔ سورۂ یٰسین، آیت ۶۵،

اسی لئے ہم اس عظیم انعام کی قدر نہیں کرتے۔ البتہ اس کی قدر و قیمت اس وقت سامنے آتی ہے جب اس میں کوئی نقص پیدا ہو جاتا ہے یا بیماری آ جاتی ہے اور آدمی اپنی ساری دولت اور سارے وسائل اس کی بینائی کی بحالی پر صرف کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آنکھیں بھی امانت کے طور پر دے رکھی ہیں۔ سوائے چند چیزوں کے نہ دیکھنے کے ان کے استعمال پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ دنیا میں گھومو پھرو، مناظر قدرت کو دیکھو اور اس کی صناعی میں غور و فکر کرو، شہر شہر، قریہ قریہ چل پھر کر دیکھو لیکن نامحرم پر نگاہ نہ ڈالو، دوسرے کے مال کو بدنیتی سے مت دیکھو، جن چیزوں کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا ہے۔ ان چیزوں کو دیکھنے سے کلی اجتناب کرو، اگر ایسا نہ کیا اور ممنوعہ چیزوں پر نگاہ ڈالتے رہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی امانت میں خیانت ہوگی۔

۴۔ زبان: زبان بھی اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں میں سے ہے جو انسان کو پیدائش کے ساتھ عطا کر دی جاتی ہے۔ عام طور پر یہ تا حیات چلتی رہتی ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے ذکر، اس کی تسبیح و تحمید اور تہلیل سے تر رہنا چاہئے، یہی اس نعمت کا شکر ہے، گانے، فحش کلامی، غیبت، چغل خوری وغیرہ سمیت ممنوعات سے سے اجتناب ضروری ہے ورنہ یہ بھی اللہ کی امانت میں خیانت ہوگی۔

۵۔ ٹانگیں: یہ بھی اللہ کی امانتوں میں سے ہیں۔ اس امانت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو اللہ کے احکام کے تحت اس کی رضا کے کاموں میں استعمال کیا جائے۔ اس کی ممنوعات میں ان کے استعمال سے کامل اجتناب کرنا چاہئے۔ پس چوری، ڈاکہ، چھینا جھپٹی، قتل و غارت، اغوا، تشدد، زنا، شراب خوری اور راگ رنگ کی محفلوں جیسے قبیح افعال و اعمال میں ان کو استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ اگر ایسا کیا تو یہ بھی امانت میں خیانت ہوگی جو گناہ کبیرہ ہے۔

۳۔ حکومتی مناصب و عہدے

حکومت کے تمام عہدے اور مناصب اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں جن کے امین وہ حکام اور افسران ہیں جن کے ہاتھ میں تنزلی و ترقی کے اختیارات ہیں۔ حکام کے لئے جائز نہیں کہ وہ کوئی عہدہ کسی ایسے شخص کے سپرد کر دیں جو اپنی علمی یا عملی قابلیت کے اعتبار سے اس کا اہل نہیں بلکہ ان پر لازم ہے کہ وہ ہر کام اور ہر عہدے کے لئے اپنے دائرہ اختیار میں اس عہدے کے مستحق کو تلاش کریں۔ اگر پوری اہلیت اور تمام شرائط

کا جامع کوئی شخص نہ ملے تو قابلیت اور امانت داری کے اعتبار سے جو سب سے زیادہ فائق ہو اس کو ترجیح دی جائے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی اور تعلق کی مد میں اہلیت معلوم کئے بغیر دے دیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہے، نہ اس کا فرض مقبول ہے، نہ نفل، یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے۔(۱)

بعض روایات میں ہے کہ جس شخص نے کوئی عہدہ کسی شخص کے سپرد کیا حالانکہ اس کے علم میں تھا کہ اس عہدے کے لئے دوسرا آدمی اس سے زیادہ قابل اور اہل ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمانوں کی خیانت کی، آج نظام حکومت کی ابتری اسی قرآنی تعلیم کو نظر انداز کرنے اور امانت میں خیانت کا نتیجہ ہے۔ تعلقات، سفارشیں، اور رشتہ داریاں نبھاتے ہوئے عہدے تقسیم کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نااہل اور ناقابل لوگ حکومتی عہدوں پر قابض ہو کر مخلوق خدا کو پریشان کرتے ہیں اور سارا نظام حکومت برباد ہو جاتا ہے۔(۲)

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم دیکھو کہ کاموں کی ذمہ داری ایسے لوگوں کے سپرد کر دی گئی جو اس کام کے اہل اور قابل نہیں تو قیامت کا انتظار کرو، (۳) یعنی اب قیامت کے سوا اس فساد کا کوئی علاج نہیں۔

۴۔ قاضی کا فیصلہ

قاضی و جج کو عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہئے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو یہ امانت میں خیانت ہے۔ پس جو شخص کمزور و نااہل ہو اور عدل و انصاف قائم رکھنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو اس کو قاضی و جج نہیں بننا چاہئے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ مجھے کسی جگہ کا حاکم مقرر فرما دیں تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: اے ابوذر! تم ایک ضعیف آدمی ہو اور منصب ایک امانت ہے جس کی وجہ سے قیامت کے دن انتہائی ذلت و رسوائی ہوگی، سوائے اس شخص کے جس نے امانت کا حق پورا کر دیا ہو۔(۴)

---

(۱) مفتی محمد شفیع / معارف القرآن / کراچی، ۲/ ۴۴۶، (۲) مولانا سیّد زوّار حسین شاہ / مقالات زوّاریہ / کراچی، ۹۸ء / ص ۲۹۳، (۳) بخاری، کتاب العلم، (۴) مسلم / ۳/ ۲۲۴، رقم ۱۸۲۵،

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا امام عادل روز قیامت، اللہ تعالیٰ کا محبوب اور مقرب ہوگا، اور ظالم حکمران اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نظر کرم سے دور اور شدید عذاب میں ہوگا۔(۱)

۵۔ علمی اور قلمی خیانت

بد دیانتی اور خیانت کی ایک اور قسم بھی قابل اصلاح ہے، جو آج کل خاصی عام ہے۔ اس کو علمی اور قلمی خیانت کہا جاسکتا ہے۔ اس کا تعلق تحریر و تحقیق سے ہے۔ اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ بعض حضرات کسی مصلحت کے تحت اور بعض معاوضے پر مضامین، کتابیں حتی کہ پورے پورے مقالے (برائے پی ایچ ڈی/ ایم فل وغیرہ) لکھ کر دوسرے حضرات کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ یہ بد دیانتی بھی ہے اور حق تلفی اور علمی خیانت بھی، اس میں جھوٹ بولنے کا گناہ بھی لازم آتا ہے اور یہ شفاعت سیئہ بھی ہے۔ اسی طرح بعض حضرات دوسرے اہل قلم کے مضامین اپنی طرف منسوب کر لیتے ہیں یا ان کے بعض حصے اپنے مضامین میں بلا حوالہ شامل کر لیتے ہیں۔ یہ سرقہ ہے اور شریعت کی رو سے ناجائز اور سخت گناہ ہے۔

علمی و قلمی خیانت کی ایک اور صورت بھی رائج ہے جسے سرقۂ خفی کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس کو پکڑنا آسان نہیں ہوتا، وہ یہ کہ بعض لکھنے والے دوسرے حضرات کے محنت سے لکھے ہوئے مضامین ان ہی کے حوالوں سمیت اپنے مضمون میں شامل کر لیتے ہیں اور آخر میں ایک چھوٹا سا حوالہ صاحب مضمون کا بھی ڈال دیتے ہیں جس سے عام قاری یہ تاثر لیتا ہے کہ صرف آخری حوالہ دوسرے شخص کا ہے۔ اس طرح صفحات کے صفحات سرقہ کر لئے جاتے ہیں، یہ اور اس جیسی تمام صورتیں جن میں کوئی شخص کسی اور کی محنت سے خود فائدہ اٹھائے اور اس کے کام کو اپنی طرف منسوب کرے خواہ وہ باہمی رضامندی سے ہو یا فریق ثانی کی لاعلمی میں، ہر دو صورتوں میں ناجائز، باعث گناہ، اور دائرہ خیانت میں شامل ہے۔ اس سے ہر صورت میں بچنا ضروری ہے۔ خصوصاً تخصصات، پی ایچ ڈی، اور ایم فل وغیرہ کے مقالات تو چونکہ اس امر کی شہادت ہوتے ہیں کہ یہ شخص اس سند کا اہل ہے، اس لئے اس میں خود غلط بیانی سے کام لینا اور دوسرے حضرات کا اس میں معاونت کرنا سب خیانت، حقداروں کی حق تلفی، کذب بیانی اور شفاعت سیئہ اور جھوٹی شہادت میں

---

(۱) مظہری/۲/۱۵۰،

داخل ہیں اور گناہ کبیرہ ہیں، ان سب سے اجتناب نہایت ضروری ہے۔

۶۔ ملازمت کے اوقات

جب آدمی کسی شخص کے پاس یا کسی ادارے میں ملازمت کر لیتا ہے تو گویا وہ اپنے روزانہ اوقات میں سے کچھ گھنٹے اس شخص یا ادارے کو فروخت کر دیتا ہے۔ یہ ایک طرح کا معاہدہ ہے اور یہ چند گھنٹے اس شخص یا ادارے کی امانت ہیں جہاں اس نے ملازمت کی ہے۔ لہٰذا اگر ان اوقات میں سے ایک منٹ بھی اس نے کسی ایسے کام میں لگایا جس کی مالک کی طرف سے اجازت نہیں تھی تو یہ بھی خیانت ہے۔ مثلاً دفتری اوقات میں اگر دوست احباب ملنے کے لئے آ جائیں تو ان کے ساتھ گپ شپ میں مشغول ہونا یا ان کے ساتھ دفتر سے باہر چلے جانا یا اپنے ذاتی کام کے لئے دفتر چھوڑ کر چلے جانا وغیرہ سب امانت میں خیانت ہیں۔ اس سے اجتناب ضروری ہے۔ قرآن حکیم میں فرمایا:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝(۱)

دردناک عذاب ہے ان ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے جو اپنا حق لیتے ہوئے پورا وصول کرتے ہیں، اور جب لوگوں کو ناپ یا تول کر دیتے ہیں تو کمی کر دیتے ہیں۔

فقہائے امت کی تصریح کے مطابق اس آیت کے مفہوم میں وہ ملازم بھی داخل ہے جو طے شدہ معاوضہ لینے کے باوجود کام چوری کا مرتکب ہو، اور اس نے اپنے جو اوقات آجر کو بیچے ہیں انہیں اس کی مرضی کے خلاف کسی اور کام میں صرف کرے۔(۲)

۷۔ دفتری اشیا

آدمی جس دفتر میں کام کرتا ہے یا جس دکان یا کارخانے میں ملازم ہے، تو تمام صورتوں میں خواہ وہ دفتر ہو، دکان ہو یا کارخانہ وغیرہ، وہاں کا تمام سامان بشمول کاغذ، پنسل، پن اور دیگر اسٹیشنری کا سامان، اس کے پاس امانت ہے، وہ تمام سامان دفتری کاموں میں استعمال کے لئے ہے، ذاتی کاموں میں استعمال کے لئے نہیں، اگر وہ سامان ذاتی کاموں میں استعمال کیا گیا تو یہ بھی خیانت اور سخت گناہ ہے، اس

(۱) سورۃ مطففین، آیت ۱ تا ۳، (۲) مفتی محمد شفیع / اسلام کا نظام تقسیم دولت / کراچی، ص ۱۴۱،

طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے۔

۸۔مجالس کی گفتگو

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجلسیں امانت داری کے ساتھ ہونی چاہئیں ،(۱) یعنی کسی مجلس میں جو بات کہی جائے وہ اس مجلس کی امانت ہے ۔اہل مجلس کی اجازت کے بغیر اس کو دوسروں سے نقل کرنا اور پھیلانا جائز نہیں بلکہ امانت میں خیانت ہے ۔

۹۔مشورہ دینے والا

ایک حدیث میں ہے کہ اگر کسی شخص سے کوئی مشورہ لیا جائے تو وہ امین ہے ۔(۲) اس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص سے مشورہ لیا جائے اس پر لازم ہے کہ وہ وہی مشورہ دے جو اس کے نزدیک مشورہ لینے والے کے حق میں مفید اور بہتر ہو۔اگر اس نے جان بوجھ کر غلط مشورہ دیا تو وہ امانت میں خیانت کا مرتکب ہوا۔

۱۰۔راز ظاہر کرنا

اگر کسی نے اپنا راز کسی پر ظاہر کیا تو وہ اس کی امانت ہے۔اس کی اجازت کے بغیر کسی کو بتانا خیانت ہے۔

۱۱۔مؤذن کی ذمہ داری

مؤذن بھی امانتدار ہے کیونکہ لوگ اپنی نماز کے اوقات وغیرہ کے لئے اس پر بھروسہ کرتے ہیں اس لئے اس کو وقت پر اذان دینی چاہئے تا کہ لوگوں کے نماز روزے میں خلل نہ پڑے۔اگر وہ اذان کے اوقات کی پابندی نہیں کرتا تو یہ بھی امانت میں خیانت ہے ۔ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

المؤذن مؤتمن۔ (۳)

مؤذن لوگوں کا امانتدار ہے۔

اور دوسری روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ابوداؤد/۴/۲۸۹،رقم ۴۸۶۹، ☆۔ابن ماجہ،رقم ۳۷۴۵،(۲)۔ایضاً،ص ۳۷۰،رقم ۵۱۲۸، (۳)۔مسند احمد ۳/۷۵،رقم ۸۶۹۲، ☆۔بیہقی /السنن الکبریٰ/بیروت،۱۹۹۶ء/۲/۱۹۹،رقم ۲۰۳۷،

المؤذنون امناء المسلمین علٰی صلاتهم۔(۱)

مؤذن مسلمانوں کی نمازوں کے امین ہیں۔

۱۲۔میڈیکل سرٹیفکٹ

عرف عام میں شہادت و گواہی کا مفہوم صرف کسی مقدمے میں کسی حاکم کے سامنے گواہی دینا ہے مگر قرآن و سنت کی اصطلاح میں شہادت یعنی گواہی کا مفہوم بہت وسیع ہے۔مثلاً اگر کوئی ڈاکٹر کسی بیمار کو یہ سرٹیفکٹ دے کہ یہ شخص کام کرنے کے قابل نہیں یا نوکری کے قابل نہیں تو یہ ایک شہادت بھی ہے اور قومی امانت بھی۔اگر ڈاکٹر نے واقعے کے خلاف سرٹیفکٹ دیا تو یہ جھوٹی شہادت بھی ہوگی جو گناہ کبیرہ ہے اور قومی امانت میں خیانت بھی۔(۲)

۱۳۔امتحانی پرچوں کے نمبر

طلباء کے امتحانی پرچوں پر نمبر لگانا بھی ایک شہادت اور قومی امانت ہے۔اگر جان بوجھ کر یا لاپرواہی سے کسی کے نمبروں میں کمی بیشی کر دی تو یہ جھوٹی شہادت بھی ہے جو حرام و سخت گناہ ہے اور قومی امانت میں خیانت بھی۔کامیاب و فارغ التحصیل طالب علم کو سند یا سرٹیفکٹ دینا اس بات کی شہادت ہے کہ وہ طالب علم متعلقہ کام کی اہلیت و صلاحیت رکھتا ہے۔اگر واقعتاً وہ شخص ایسا نہیں ہے تو اس سند پر دستخط کرنے والے تمام لوگ شہادت کاذبہ اور امانت میں خیانت کے مجرم ہوں گے۔

۱۴۔ووٹ اور انتخابات

اسمبلیوں اور کونسلوں کے انتخابات میں کسی امیدوار کو ووٹ دینا بھی ایک شہادت اور قومی امانت ہے جس میں ووٹ دینے والے کی طرف سے اس بات کی گواہی ہے کہ اس کے نزدیک وہ امیدوار جس کو وہ ووٹ دے رہا ہے، اپنی قابلیت و استعداد اور دیانت و امانت کے اعتبار سے قومی نمائندہ بننے کے قابل ہے۔(۳) اس لئے ووٹ خوب سوچ سمجھ کر دینا چاہئے۔

قرآن کریم کی رو سے ووٹ ایک سفارش بھی ہے کہ ووٹ دینے والا گویا یہ سفارش کرتا ہے کہ فلاں امیدوار کو نمائندگی دی جائے۔

مَنْ یَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَکُنْ لَهُ نَصِیْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ یَشْفَعْ شَفَاعَةً

---

(۱)بیہقی / ایضاً، رقم ۲۰۴۰، (۲)مقالات زوّاریہ/۲۹۵، (۳)مقالات/ص ۲۹۵،

سَیِّئَةً یَّکُنْ لَّهٗ کِفْلٌ مِّنْهَا ۔ (۱)

جو شخص کسی نیک کام کی سفارش کرتا ہے تو اسے بھی اس کا حصہ ملے گا اور جو برے کام کی سفارش کرے گا تو اس کے لئے بھی اس میں سے ایک حصہ ہے۔

جو شخص کسی کے جائز حق اور جائز کام کے لئے جائز طریقے سے سفارش کرے گا تو اچھی سفارش ہوگی اور ایسی سفارش کرنے والے کو اس پر اجر و ثواب ملے گا، اسی طرح جو شخص کسی کی ناجائز کام کے لئے ناجائز طریقے سے سفارش کرے گا تو یہ بری سفارش ہوگی۔ ایسی سفارش کرنے والے کو عذاب میں حصہ ملے گا۔ نیز سفارش کرنے والے کا ثواب و عذاب اس کی سفارش کی کامیابی پر موقوف نہیں بلکہ اس کو ثواب و عذاب میں حصہ ضرور ملے گا خواہ اس کی سفارش کا کوئی نتیجہ برآمد ہو یا نہ ہو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کو نیکی پر آمادہ کرتا ہے تو اس کو بھی ایسا ہی ثواب ملتا ہے جیسا اس نیک عمل کرنے والے کو ملتا ہے۔ (۲)

پس جو شخص منتخب ہونے کے بعد اپنی ممبری کی مدت کے دوران غلط اور ناجائز کام کرے گا تو ان سب کا وبال ووٹ دینے والے پر بھی پڑے گا۔ لہٰذا خوب سوچ سمجھ کر اور امیدوار کے بارے میں پوری طرح چھان پھٹک اور اطمینان حاصل کر کے ووٹ دینا چاہئے۔

شرعی اعتبار سے ووٹ کی ایک حیثیت وکالت کی ہے کہ ووٹ دینے والا اس امیدوار کو اپنی نمائندگی کے لئے وکیل بناتا ہے۔ یہ وکالت ایسے حقوق سے متعلق ہے جن میں اس کے ساتھ پوری قوم شریک ہے۔ اس لئے اگر کسی نااہل کو ووٹ دے کر کامیاب بنایا تو پوری قوم کے حقوق کو پامال کرنے کا گناہ بھی اس کی گردن پر ہے۔ اس لئے ہر مسلمان ووٹر کا فرض ہے کہ وہ ووٹ دینے سے پہلے پوری تحقیق و اطمینان کر لے کہ جس شخص کو وہ ووٹ دے رہا ہے اس میں کام کی صلاحیت اور دیانت و امانت ہے یا نہیں۔ محض غفلت و لاپرواہی سے ایسے عظیم گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔ (۳)

۱۵۔ ٹیلیفون پر دوسروں کی گفتگو سننا

بعض مرتبہ گفتگو کے دوران یا گفتگو کی ابتدا میں ہی ٹیلیفون کی لائن کسی دوسرے شخص کی لائن

---

(۱) سورۃ النساء آیت ۸۵، (۲) سید فضل الرحمٰن/ احسن البیان فی تفسیر القرآن/ زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۹۳ء/ ۲/ ۳۲۹، (۳) معارف القرآن، ۲/۳/ ۷،

سے مل جاتی ہے اور ان کی گفتگو سنائی دینے لگتی ہے۔ ایسی صورت دوسروں کی گفتگو سننے کی بجائے ٹیلیفون بند کر دینا چاہئے، ورنہ یہ بھی امانت میں خیانت اور تجسس میں داخل ہے اور سخت گناہ ہے۔ کیونکہ تجسس کرنے اور دوسروں کے معاملات کی ٹوہ میں رہنے سے منع کیا گیا ہے۔(۱) قرآن حکیم میں فرمایا:

وَلَا تَجَسَّسُوْا (۲)

اور تجسس نہ کرو،

۱۶۔ناپ تول میں کمی

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ○ اَلَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ○
وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ○ (۳)

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ جب وہ لوگوں سے لیتے ہیں تو ناپ کر پورا لیتے ہیں جب دوسروں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم کر کے دیتے ہیں۔

ناپ تول میں کمی ایک تو وہ ہے جب دوکاندار سودا بیچنے میں ڈنڈی مارتا ہے اور خریدار کو وزن یا ناپ کے اعتبار سے چیز کم دیتا ہے، عرف عام میں تو اسی کو ناپ تول میں کمی کہتے ہیں۔ جو لوگ اپنی ڈیوٹی پوری نہیں دیتے، تاخیر سے کام پر پہنچتے ہیں یا وقت سے پہلے کام چھوڑ دیتے ہیں یا وقت تو پورا دیتے ہیں مگر اس وقت میں سوتے رہتے ہیں یا کام کی طرف توجہ نہیں دیتے اور لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہیں، یہ سب ناپ تول میں کمی کے زمرے میں آتا ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں دردناک عذاب کی جو وعید آئی ہے وہ ایسے تمام لوگوں کے لئے بھی ہے۔

بددیانتی کی یہ وہ چند صورتیں ہیں، جو آج ہمارے معاشرے میں موجود ہیں، اور ان کے تیزی کے ساتھ ہمارے ہاں رواج پانے سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید ہم انہیں بددیانتی میں شمار ہی نہیں کرتے، اس جانب بھرپور توجہ کی ضرورت ہے۔

---

(۱) مفتی تقی عثمانی / اصلاحی خطبات، کراچی، ۱۹۹۳ء / ۳/ ۱۹۴، (۲) سورۂ حجرات، آیت ۱۲، (۳) سورۂ المطففین، آیات ۱۔۳،